



وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا



اور نہیں پیدا کیا ہے ہم نے آسمان اور زمین کو اور اس کو جو انکے درمیان ہے بے مقصد

تفسیر ابن کثیر

علامہ عماد الدین ابن کثیر

مترجم

مولانا محمد صاحب جونا گڑھی

ص

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کی شان:

ص

وَالْفُرَّانِ ذِي الذِّكْرِ (۱)

ص اس نصیحت والے قرآن کی قسم

حروف مقطعات جو سورتوں کے شروع میں آتے ہیں انکی پوری تفسیر سورہ بقرہ میں گزر چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ یہاں قرآن کی قسم کھاتا ہے اور اسے پند و نصیحت والا فرمایا۔ کیونکہ اس کی باتوں پر عمل کرنے والے کی دین و دنیا دونوں سنور جاتی ہیں۔ اور آیت میں ہے:

لَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيهِ ذِكْرُكُمْ (21:10)

بے شک ہم نے تمہاری طرف کتاب نازل فرمائی جس میں تمہارے لئے نصیحت ہے۔

اور یہ بھی مطلب ہے کہ قرآن شرافت بزرگی، عزت و عظمت والا ہے۔ اب اس قسم کا جواب بعض کے نزدیک تو:

إِنْ كُلُّ إِلَّا كَذَّبَ الرَّسُولَ فَحَقَّ عِقَابُ (38:14)

ان میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جس نے رسولوں کی تکذیب نہ کی ہو پس میری طرف کی سزا ان پر ثابت ہوگئی:

قرآن نصیحت ہے:

بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي عِزَّةٍ وَشِقَاقٍ (۲)

بلکہ کفار غرور و مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ قرآن تو سراسر عبرت و نصیحت ہے مگر اس سے فائدہ وہی اٹھاتے ہیں جن کے دل میں ایمان ہے۔ کافر لوگ اس فائدے سے یوں محروم ہیں کہ وہ تکبر ہیں اور مخالف ہیں۔

كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوا وَكَلَّتِ حِينٌ مِّنَّا (۳)

ہم نے اس سے پہلے بھی بہت سے فرقوں کو تباہ کر ڈالا انہوں نے ہر چند چیخ پکار کی لیکن وہ وقت چھنکارے کا نہ تھا۔

یہ اپنے سے پہلے کے اپنے جیسے لوگوں کے انجام پر نظر ڈالیں اور اپنے انجام سے ڈریں۔ اگلی امتوں کو اسی جرم پر ہم نے تباہ و بالا کر دیا ہے۔ عذاب آپڑانے پر تو بڑے روئے پیٹے۔ خوب آہ و زاری کی لیکن اس وقت کی تمام باتیں بے سود ہیں۔ جیسے فرمایا:

فَلَمَّا أَحْسَسُوا بِأَسَنَّا إِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُونَ - لَا تَرْكُضُوا (13-21:12)

ہمارے عذابوں کو معلوم کر کے ان سے بچنا اور بھاگنا چاہا، لیکن یہ کیسے ہو سکتا تھا؟

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اب بھاگنے کا وقت نہیں نہ فریاد کا وقت ہے۔ اس وقت کوئی فریاد نہیں کر سکتا۔ چاہے کتنا ہی چیخو چلاؤ، محض بے سود ہے۔ اب توحید کی قبولیت بے نفع اور توبہ بے کار۔ یہ بے وقت کی پکار ہے۔

وَكَلَّتِ حِينٌ مِّنَّا

لات معنی میں لا کے ہے۔ اس میں ت زائد ہے۔ جیسے ثمت اور بت میں بھی ت زائد ہوتی ہے۔

ابن جریر کا قول ہے کہ یہ ت حین سے ملی ہوئی ہے یعنی ولا تحین ہے۔ لیکن جمہور نے حین کو زبر سے پڑھا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ وقت آہ و زاری کا وقت نہیں۔ بعض نے یہاں زیر پڑھنا بھی جائز رکھا ہے۔

وَعَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِّنْهُمْ ...

کافروں کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان ہی میں سے ایک انہیں سبھانے والا آ گیا۔

حضور کی رسالت پر کفار کے حماقت آمیز تعجب کا اظہار ہو رہا ہے جیسے اور آیت میں ہے:

أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَا إِلَى رَجُلٍ مِّنْهُمْ أَنْ أَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِينَ ءَامَنُوا أَنْ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ قَالَ الْكٰفِرُونَ إِنَّ هَذَا لَسِحْرٌ مُّبِينٌ (10:2)

کیا لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ان میں سے ایک انسان کی طرف ہم نے وحی کی کہ وہ لوگوں کو ہوشیار کر دے اور ایمانداروں کو اس بات کی خوشخبری سنا دے کہ اس کے پاس ان کے لئے بہترین تیاری ہے۔ کافروں کو ہمارے رسول کو کھلا جادو گر کہنے لگے۔

... وَقَالَ الْكٰفِرُونَ هَذَا سٰحِرٌ كٰذِبٌ (٤)

اور کہنے لگے کہ یہ تو جادو گر اور جھوٹا ہے۔

پس یہاں ہے کہ ان ہی میں سے ان ہی جیسے ایک انسان کے رسول بن کر آنے پر انہیں تعجب ہوا اور کہنے لگے کہ یہ تو جادو گر اور کذاب ہے۔

أَجْعَلِ الْاِلٰهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ...

کیا اس نے اتنے سارے معبودوں کا ایک ہی معبود کر دیا؟

... إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عَجَابٌ (٥)

واقعی یہ بہت ہی عجیب بات ہے۔

رسول کی رسالت پر تعجب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر بھی ان کو تعجب معلوم ہوا اور کہنے لگے لو اور سنو اتنے سارے خداؤں کے بدلے یہ تو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے اور اس کا کوئی کسی طرح کا شریک ہی نہیں۔ ان بے وقوفوں کو اپنے بڑوں کی دیکھا دیکھی جس شرک و کفر کی عادت تھی اس کے خلاف آواز سن کر ان کے دل دکھنے اور رکھنے لگے اور وہ توحید کو ایک انوکھی اور انجان چیز سمجھنے لگے۔

وَأَنْطَلِقَ الْمَلَأَ مِنْهُمْ أَنْ امْسُرُوا وَاصْبِرُوا عَلَىٰ آلِهَتِكُمْ ...

ان کے سردار یہ کہتے ہوئے چلے کہ جاؤ اپنے معبودوں پر جسے رہو۔

... إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ يُرَادُ (٦)

یقیناً یہ تو کوئی مطلب و مراد ہے۔

ان کے بڑوں اور سرداروں نے تکبر کے ساتھ منہ موڑتے ہوئے اعلان کیا کہ اپنے قدیمی مذہب پر جسے رہواس کی بات نہ مانو اور اپنے معبودوں کی عبادت کرتے رہو۔ یہ تو صرف اپنے مطلب کی باتیں کہتا ہے۔ یہ اس بہانے اپنی جمار با ہے کہ یہ تمہارا سب کا بڑا بن جائے اور تم اس کے تابع فرمان ہو جاؤ۔

ان آیتوں کا شان نزول:

قریشیوں کے سردار اور رؤساء ایک مرتبہ جمع ہوئے ان میں ابو جہل، عاص بن وائل، اسود بن المطلب، اسود بن عبد الغوث وغیرہ بھی تھے۔ اور سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ چل کر آج ابوطالب سے آخری فیصلہ کر لیں۔ وہ انصاف کے ساتھ ایک بات ہمارے ذمہ ڈال دے اور ایک اپنے نتیجے کے ذمے۔ کیونکہ یہ اب انتہائی عمر کو پہنچ چکے ہیں چراغ سحری ہو رہے ہیں اگر مر گئے اور ان کے بعد ہم نے محمدؐ کو کوئی مصیبت پہنچائی تو عرب ہمیں طعن دین گے کہ بڑھے کی موجودگی تک تو کچھ نہ چلی اور ان کی موت کے بعد بہادری آگئی۔

چنانچہ یہ چلے ایک آدمی بھیج کر ابوطالب سے اجازت مانگی اجازت ملنے پر سب گھر میں آ گئے اور کہا سنئے جناب! آپ ہمارے سردار ہیں بزرگ ہیں بڑے ہیں۔ ہم آپ کے نتیجے سے اب بہت تنگ آ گئے ہیں۔ آپ انصاف کے صاف ہم میں اور اس میں فیصلہ کر دیجئے۔ دیکھئے ہم آپ سے انصاف چاہتے ہیں وہ ہمارے معبودوں کو براندہ نہیں اور نہ ہم انہیں ستائیں وہ مختار ہیں جس کی جاہن عبادت کر س لیکن ہمارے خداؤں کو براندہ نہیں۔

ابوطالب نے آدمی بھیج کر اللہ تعالیٰ کے رسولؐ کو بلوایا۔ اور کہا جان پدر! دیکھتے ہو! آپ کی قوم کے سردار اور بزرگ سب جمع ہوئے ہیں اور آپ سے صرف یہ چاہتے ہیں کہ آپ ان کے معبودوں کی توہین اور برائی کرنے سے باز آئیں اور یہ آپ کو آپ کے دین پر چلنے میں آزادی دے رہے ہیں۔

حضورؐ نے فرمایا چچا جان! کیا میں انہیں بہترین اور بڑی بھلائی کی طرف نہ بلاؤں!
ابوطالب نے کہا وہ کیا ہے! فرمایا:

إِنِّي أُرِيدُهُمْ عَلَى كَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ يَقُولُونَهَا نَدِينُ لَهُمْ بِهَا الْعَرَبُ، وَتُؤَدِّي إِلَيْهِمْ بِهَا الْعَجْمُ الْجَزِيَّةَ

یہ ایک کلمہ کہہ دیں صرف اس کے کہنے کی وجہ سے سارا عرب ان کے ماتحت ہو جائے گا اور سارے عجم پر ان کی حکومت ہو جائے گی۔

ابو جہل ملعون نے سوال کیا کہ اچھا بتلاؤ وہ ایسا کون سا کلمہ ہے! ایک نہیں ہم دس کہنے کو تیار ہیں۔

رسول اللہؐ نے فرمایا کہو:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

بس یہ سننا تھا کہ شور و غل کر دیا اور کہنے لگے اس کے سوا جو تو مانگے ہم دینے کو تیار ہیں۔

آپؐ نے فرمایا:

اگر تم سورج کو بھی لا کر میرے ہاتھ پر رکھ دو تو بھی میں تو تم سے اس کلمے کے سوا اور کچھ نہ مانگوں گا۔

اس بات کو سن کر سب لوگ غصے سے اور وحشت ناک ہو کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے واللہ ہم تجھے اور تیرے رب کو گالیاں دیں گے جس نے تجھے یہ حکم دیا ہے۔

اب یہ چلے اور ان کے سردار یہ کہتے رہے کہ جاؤ اپنے دین پر اور اپنے معبودوں کی عبادت پر قائم رہو۔ معلوم ہو گیا کہ اس کا تو ارادہ ہی اور ہے یہ تو بڑا بیٹنا چاہتا ہے۔ ابن ابی حاتم

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ان کے چلے جانے کے بعد حضورؐ نے اپنے چچا سے کہا کہ آپ ہی اس کلمہ کو پڑھ لیجئے۔ اس نے کہا نہیں میں تو اپنے باپ دادوں اور قوم کے بڑوں کے دین پر ہی رہوں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو فرمایا کہ جسے تو چاہے ہدایت نہیں کر سکتا۔

اور روایت میں ہے کہ اس وقت ابوطالب بیمار تھے اور اسی بیماری میں وہ مر گئے۔ جس وقت حضورؐ کثیف لائے اس وقت ابوطالب کے پاس ایک آدمی کے بیٹھے کی جگہ خالی تھی باقی تمام گھر آدمیوں سے بھرا ہوا تھا۔ تو ابو جہل خبیث نے خیال کیا کہ اگر آپ آکر اپنے چچا کے پاس بیٹھ گئے تو زیادہ اثر ڈال سکیں گے۔ اس لئے یہ ملعون کو دکروا ہاں چاہیٹھا اور حضورؐ کو دروازہ کے پاس ہی بیٹھنا پڑا۔

حضورؐ نے جب ایک کلمہ کہنے کو کہا تو سب نے جواب دیا کہ ایک نہیں دس ہم سب منتظر ہیں فرمائیے وہ کلمہ کیا ہے؟ اور جب کلمہ تو حید آپؐ کی زبانی سنا تو کپڑے جھاڑتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے لو اور سنو یہ تو سارے معبودوں کا ایک معبود بنا رہا ہے۔ اس پر یہ آیتیں **عذاب** تک اتریں۔
امام ترمذیؒ اس روایت کو حسن کہتے ہیں۔

مَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي الْمِلَّةِ الْآخِرَةِ ...

ہم نے تو یہ بات کبھی دین میں بھی نہیں سنی۔

... إِنَّ هَذَا إِلَانَا اخْتِلَاقٌ (۷)

کچھ نہیں یہ تو صرف گھڑنت ہے۔

ہم نے تو یہ بات نہ اپنے دین میں دیکھی نہ انسانیوں کے دین میں۔ بالکل غلط اور جھوٹ اور بے سند بات ہے۔

أَنْزَلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا...

یہ ہو بھی سکتا ہے کہ ہم سب کو چھوڑ کر اسی پر کلام الہی نازل کیا جائے؟

یہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نظری نہ آیا اور اس پر قرآن اتارا دیا۔ جیسے اور جگہ آیت میں ان کا قول ہے:

لَوْلَا نَزَّلَ هَذَا الْفُرْقَانُ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْقُرَيْبِينَ عَظِيمٍ (43:31)

ان دونوں شہروں میں سے کسی بڑے آدمی پر قرآن کیوں نہ اتارا گیا؟

جس کے جواب میں جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ:

أَمْ يَفْسِمُونَ رَحْمَةَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ (43:32)

کیا یہ لوگ رب تعالیٰ کی تقسیم کرنے والے ہیں۔ یہ تو اس قدر محتاج ہیں کہ انکی اپنی روزیاں اور درجے بھی ہم تقسیم کرتے ہیں۔

الغرض یہ اعتراض بھی انکی حماقت کا نمونہ تھا۔

... بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِي ...

دراصل یہ لوگ میری وحی کی طرف سے شک میں ہیں

... بَلْ لَمَّا يَدُوقُوا عَذَابَ (۸)

بلکہ صحیح یہ ہے کہ انہوں نے اب تک میرے عذاب چکھے ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ ہے ان کے شک کا نتیجہ اور وہ یہ ہے کہ اب تک یہ پولی پولی کھاتے رہے ہیں۔ ہمارے عذابوں سے سابقہ نہیں پڑا۔ کل قیامت کے دن جب کہ دیکھے دے کر جہنم میں گرائے جائیں گے اس وقت اپنی اس سرکشی کا مزہ پائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت:

یہاں اللہ تعالیٰ اپنا قبضہ اور اپنی قدرت ظاہر فرماتا ہے کہ جو وہ چاہے کرے جسے چاہے جو کچھ چاہے عطا فرمادے عزت اور ذلت اس کے ہاتھ میں ہے۔ ہدایت اور ذلت اس کی طرف سے ہے۔

وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے وحی نازل فرمائے اور جس کے دل پر چاہے اپنی مہر لگا دے۔ بندوں کے اختیار میں کچھ نہیں وہ محض بے بس بالکل لاچار اور سراسر مجبور ہیں۔ اسی لئے فرمایا:

أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيزِ الْوَهَّابِ (۹)

یا کیا ان کے پاس تیرے زبردست فیاض اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے ہیں۔

یعنی نہیں ہیں جیسے فرمایا:

أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذَا لَا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا

فَمِنْهُمْ مَّنْ ءَامَنَ بِهِ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا (53:4-55)

اگر اللہ تعالیٰ کی خدائی کا کوئی حصہ ان کے ہاتھ میں ہوتا تو یہ کھیل تو کسی کو گلہ بھی نہ کھانے کو دیتے یا انہیں لوگوں کے ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ کا فضل دیکھ کر حسد آ رہا ہے؟ ہم نے آل ابراہیم کو کتاب و حکمت اور بہت بڑی سلطنت دی تھی۔ ان میں سے بعض تو ایمان لائے اور ایمان سے رکے رہے جو بھڑکتی جہنم کے لقمے بنیں گے وہ آگ ہی انہیں کافی ہے۔

اور آیت میں ہے:

قُلْ لَوْ أَنْتُمْ تَمْلِكُونَ خَزَائِنَ رَحْمَةِ رَبِّي إِذًا لَأَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْإِنْفَاقِ وَكَانَ الْإِنْسَانُ قَنُورًا (17:100)

اگر میرے رب تعالیٰ کی رحمتوں کے خزانے تمہاری ملکیت میں ہوتے تو تم تو کم ہو جانے کا خوف کر کے خرچ کرنے سے رک جاتے، انسان ہے ہی ناشکر!

قوم صالح نے بھی اپنے نبی سے یہی کہا تھا:

أَعْلَفَى الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِيرٌ - سَيَعْلَمُونَ غَدًا مِّنَ الْكَذَّابِ الْأَشِيرِ (26-54:25)

کیا ہم سب کو چھوڑ کر اسی پر ذکر اتارا گیا؟ نہیں بلکہ یہ کذاب اور شریر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کل کو معلوم کر لیں گے کہ ایسا کون ہے؟

أَمْ لَهُمْ مَثَلُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ...

یا کیا آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کی بادشاہت ان ہی کی ہے۔

... فَلْيَرْتَفُوا فِي الْأَسْبَابِ (۱۰)

تو پھر یہ رسیاں تان کر چڑھ جائیں۔

فرمایا کیا زمین و آسمان اور اس کے درمیان کی چیزوں پر ان کا اختیار ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر آسمانوں کی راہوں پر چڑھ جائیں، ساتویں آسمان پر پہنچ جائیں۔

جُنْدًا مَّا هُنَالِكَ مَهْزُومٌ مِّنَ الْأَحْزَابِ (۱۱)

یہ بھی بڑے بڑے لشکروں میں سے شکست پایا ہوا چھوٹا سا لشکر ہے۔

یہ یہاں کا لشکر بھی عنقریب ہزیمت و شکست اٹھائے گا اور مغلوب و ذلیل ہوگا۔ جیسے اور بڑے بڑے گروہ حق سے ٹکرائے اور پاش پاش ہو گئے۔ جیسے اور آیت میں ہے:

أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ (45-54:44)

کیا انکا قول ہے کہ ہم بڑی جماعت ہیں اور ہم ہی فتح یاب رہیں گے؟ سنو؟ انہیں ابھی ابھی شکست فاش ہو گئی اور پیٹھ دکھاتے ہوئے بزدلی کے ساتھ بدحواس ہو کر بھاگ کھڑے ہوں گے۔

چنانچہ بدروالے دن اللہ تعالیٰ کی خدائی نے اللہ تعالیٰ کی باتوں کی سچائی اپنی آنکھوں آزمائی اور فرمایا:

بَلِ السَّاعَةِ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةِ أَذَىٰ وَأَمْرٌ (54:46)

ابھی ان کے عذابوں کے وعدے کا دن تو آخرت کا دن ہے جو سخت کٹھن اور نہایت دشمنانہ اور وحشت والا ہے۔

کفار کے مذاق پر صبر:

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ (۱۲)

ان سے پہلے بھی قوم نوح اور عاد یوں نے اور میخوں والے فرعون نے جھٹلایا تھا،

وَتَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ ...

اور تمود یوں نے اور قوم لوط نے اور ایک کے رہنے والوں نے بھی،

... أُولَئِكَ الْأَحْزَابُ (۱۳)

یہی بڑے لشکر تھے،

ان سب کے واقعات کئی مرتبہ بیان ہو چکے ہیں کہ کس سطح ان پر انکے گناہوں کی وجہ سے عذاب الہی ٹوٹ پڑے۔ یہی وہ جماعتیں ہیں جو مال و اولاد میں قوت و طاقت میں زور زریں تمہارے زمانے کے ان حقیر کافروں سے بہت بڑھی ہوئی تھیں۔ لیکن امر الہی کے آچکنے کے بعد انہیں کوئی چیز کام نہ آئی۔

إِن كُلُّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابُ (۱۴)

ان میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جس نے رسولوں کی تکذیب نہ کی ہو

ان کی تباہی کی وجہ بیان ہوئی کہ یہ رسولوں کے دشمن تھے انہیں جھوٹا کہتے تھے۔

وَمَا يَنْظُرُ هَوَّلَاءِ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فُوقِ (۱۵)

انہیں صرف ایک تند نعرے کا انتظار ہے جس میں کوئی توفیق اور ڈھیل نہیں ہے۔

انہیں صرف صور کا انتظار ہے اور اس میں بھی کوئی دیر نہیں۔ بس وہ ایک آواز ہوگی کہ جس کے کان میں پڑی بے ہوش اور بے جان ہو گیا۔ بجز ان لوگوں کے جنہیں رب تعالیٰ نے مستغنی کر دیا۔

وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّلْ لَنَا قِطْنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ (۱۶)

کہنے لگے کہ اے اللہ ہماری سرنوشت تو ہمیں روز حساب سے پہلے ہی دیدے۔

قط کے معنی کتاب اور حصے کے ہیں۔

مشرکین کی بے وقوفی اور انکا عذابوں کو محال سمجھ کر اور نڈر ہو کر عذاب کے طلب کرنے کا ذکر ہو رہا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے:

اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ أَوْ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (8:32)

انہوں نے کہا اے اللہ! اگر یہ سچ ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا اور کوئی دردناک عذاب آسمانی ہمیں پہنچا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے اپنا جنت کا حصہ یہاں طلب کیا۔
 اور یہ جو کچھ کہا یہ سب اسے جھوٹا سمجھنے اور محال جاننے کی وجہ سے تھا۔
 ابن جریر کا قول ہے کہ جس خیر و شر کے وہ دنیا میں مستحق تھے اسے انہوں نے جلد طلب کیا۔ یہی بات درست ہے۔

اصْبِرْ عَلٰی ...

توان کی باتوں پر صبر کر۔

پس اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب اور تمسخر کے مقابلے میں اپنے نبیؐ کو صبر کی تعلیم دی اور سہار کی تلقین کی۔

حضرت داؤد پر اللہ کے احسانات:

... مَا يَفُولُونَ وَادْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُودَ ذَا الْأَيْدِ

اور ہمارے بندے داؤدؑ کو یاد کر جو بڑی قوت والا تھا

ذالاید سے مراد علمی اور عملی قوت والا ہے اور صرف قوت والے کے معنی بھی ہوتے ہیں۔

مجاہد فرماتے ہیں مراد طاقت کی طاقت ہے۔

حضرت داؤدؑ کو عبادت کی قدرت اور اسلام کی فقہ عطا فرمائی گئی تھی۔

إِنَّهُ أَوَّابٌ (۱۷)

یقیناً وہ بہت رجوع رہنے والا تھا۔

یہ مذکور ہے کہ آپ ہر رات تہائی رات تک تہجد میں کھڑے رہتے تھے اور ایک دن بعد ایک دن ہمیشہ روزے سے رہتے تھے۔

بخاری مسلم کی حدیث میں ہے:

أَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى صَلَاةُ دَاوُدَ، وَأَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ صِيَامُ دَاوُدَ،

كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَيَقُومُ ثُلُثَهُ، وَيَنَامُ سُدُسَهُ، وَكَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا،

وَلَمَّا لَقِيَ، وَأَنَّهُ كَانَ أَوَّابًا

اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند حضرت داؤدؑ کی رات کی نماز اور دن کے روزے تھے۔ آپ آدھی رات سوتے اور تہائی رات قیام کرتے اور چھٹا حصہ رات کا پھر سو جاتے اور ایک دن روزہ رکھتے ایک دن نہ رکھتے۔ اور دشمنان دین سے جہاد کرنے میں پیچھے نہ دکھاتے۔ اور اپنے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت و رجوع رکھتے۔ پہاڑوں کو ان کے ساتھ مسخر کر دیا تھا۔ آپ کے ساتھ سورج کے چمکنے کے وقت اور دن کے آخری وقت تسبیح بیان کرتے۔

جیسے فرمان ہے:

إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ (۱۸)

ہم نے پہاڑوں کو اس کے تابع کر رکھا تھا کہ اس کے ساتھ شام کو اور صبح کو تسبیح خوانی کریں۔

وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً كُلٌّ لَهُ أَوَّابٌ (۱۹)

اور اڑتے جانور جمع ہو کر سب کے سب اس کے زیر فرمان رہتے۔

اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو ان کے ساتھ رجوع کرنے کا حکم دیا تھا۔ اسی طرح پرندے بھی آپ کی آواز سن کر آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے لگ جاتے۔ اڑتے ہوئے پرندے پاس سے گزرتے اور آپ تو رات پڑھتے تھے۔ تو آپ کے ساتھ ہی وہ بھی تلاوت میں مشغول ہو جاتے اور پرواز ترک کر کے بیٹھ جاتے۔

اور پرندے بھی ہوا میں رک جاتے تھے اور حضرت داؤد کی ماتحتی میں ان کی تسبیحوں کا ساتھ دیتے تھے۔

وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَأَتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصَّلَ الْخِطَابِ (۲۰)

اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کر دیا تھا اور اسے حکمت دی تھی اور بات کا فیصلہ بجا دیا تھا۔

اور اس کی سلطنت ہم نے مضبوط کر دی۔ بادشاہوں کو جن جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے ہم نے اسے سب دے دیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ان کے زمانہ میں دو بنی اسرائیلی شخصوں میں نزاع واقع ہوا ایک نے دوسرے پر الزام لگایا کہ اس نے میری گائے غصب کر لی ہے۔ دوسرے نے اس جرم سے انکار کیا۔

حضرت داؤدؑ نے مدعی سے دلیل طلب کی مگر وہ ثبوت فراہم نہ کر سکا۔ آپ نے فرمایا اچھا تمہیں کل فیصلہ سنایا جائے گا۔ رات کو حضرت داؤدؑ کو خواب میں حکم ہوا کہ دعویدار کو قتل کر دو۔ صبح کو آپ نے دونوں کو بلوایا اور حکم دیا کہ اس مدعی کو قتل کر دیا جائے۔

اس نے کہا اے اللہ کے نبی! آپ میرے ہی قتل کا حکم دے رہے ہیں۔ حالانکہ اس نے میری گائے چرائی ہے۔

آپ نے فرمایا یہ میرا حکم نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اور ناممکن ہے کہ یہ ٹل جائے لہذا تو تیار ہو جا۔

تب اس نے کہا اے اللہ کے رسول! میں اپنے دعوے میں تو سچا ہوں کہ اس نے میری گائے غصب کر لی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرے قتل کا حکم میرے اس مقدمہ کی وجہ سے نہیں کیا اس کی وجہ اور ہی ہے اور اسے صرف میں ہی جانتا ہوں بات یہ ہے کہ آج رات میں نے اس شخص کو فریب سے قتل کر دیا ہے جس کا کسی کو علم نہیں۔ پس اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو قصاص کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ وہ قتل کر دیا گیا۔ اب تو حضرت داؤد کی ہیبت ہر شخص کے دل میں بیٹھ گئی۔

وَأَتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصَّلَ الْخِطَابِ

ہم نے اسے حکمت دی تھی یعنی فہم و عقل اور زیرکی و دانائی عدل و فراست کتاب اللہ اور اس کی اتباع نبوت رسالت وغیرہ اور جھگڑوں کے تصفیہ کا صحیح طریقہ یعنی گواہ لینا، قسم کھلوانا، مدعی کے ذمہ بار ثبوت ڈالنا، مدعی علیہ سے قسم لینا۔ یہی طریقہ فیصلوں کے لئے انبیاء کا اور نیک لوگوں کا رہا اور یہی طریقہ اس امت میں رائج ہے۔

غرض حضرت داؤد علیہ السلام معاملہ کی تہہ کو پہنچ جاتے تھے اور حق و باطل سچ اور جھوٹ میں صحیح اور کھرا امتیاز کر لیتے تھے۔
 کلام بھی آپ کا صاف ہوتا تھا اور حکم بھی عدل کے مطابق ہوتا تھا۔
 آپ ہی نے **اما بعد** کا کہنا ایجاد کیا ہے۔ اور **فصل الخطاب** سے اس کی طرف بھی اشارہ ہے۔

حضرت داؤد کا مشہور فیصلہ:

وَهَلْ أَتَاكَ نَبَأُ الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ (۲۱)

کیا تجھے جھگڑا کرنے والوں کی بھی خبر ہوئی؟ جب کہ وہ دیوار پھاند کر عبادت کی جگہ آ گئے۔

إِذْ دَخَلُوا عَلَى دَاوُدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ ...

جب یہ (حضرت) داؤد کے پاس پہنچے یہ ان سے ڈر گئے۔ انہوں نے کہنا خوف نہ کیجئے۔

حضرت داؤد کا انہیں دیکھ کر گھبرانا اس وجہ سے تھا کہ وہ اپنے تنہائی کے خاص خلوت خانہ میں تھے اور پہرہ داروں کو منع کیا تھا کہ کوئی بھی آج اندر نہ آئے اور پکا ایک ان دونوں کو جو دیکھا تو گھبرا گئے۔

... خَصْمَانِ بَغَى بَعْضُنَا عَلَى بَعْضٍ ...

ہم دونوں آپس ہی میں جھگڑا اور زیادتی کر رہے ہیں

... فَاحْكُم بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ ...

آپ ہمارے درمیان حق حق فیصلہ کر دیجئے نا انصافی نہ کیجئے

... وَاهْدِنَا إِلَى سَوَاءِ الصِّرَاطِ (۲۲)

اور ہمیں سیدھی راہ بتا دیجئے۔

إِنَّ هَذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً وَلِيَ نَعْجَةً وَاحِدَةً ...

سنئے یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس تو ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک ہی ہے۔

... فَقَالَ أَكْفَلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ (۲۳)

لیکن یہ مجھ سے کہہ رہا ہے کہ اپنی یہ ایک بھی مجھ ہی کو دے دے اور مجھ پر بڑی تیزی اور سختی برتا ہے۔

عزنی سے مطلب بات چیت میں غالب آجانا دوسرے پر چھا جانا ہے۔

قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعَجَتِكَ إِلَى نِعَاجِهِ ...

آپ نے فرمایا اس کا اپنی اتنی دنبیوں کے ساتھ تیری ایک دنبی ملا لینے کا سوال بیٹک ایک ظلم ہے؟

...وَأَنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ ...

اور اکثر ساجھی اور شریک ایسے ہی ہوتے ہیں کہ ایک دوسرے پر ظلم اور ستم کرتے ہیں

...إِنَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ ...

سوائے ان کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں

...وَوَظَنَ دَاوُودُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ ...

اور (حضرت) داؤدؑ سمجھ گئے کہ ہم نے انہیں آزمایا ہے

...فَاسْتَعْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ (۲۴)

پھر تو اپنے رب سے استغفار کرنے لگے اور عاجزی کرتے ہوئے گر پڑے۔ اور پوری طرح رجوع ہو گئے۔

حضرت داؤدؑ سمجھ گئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش ہے، پس وہ رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف جھک پڑے۔ مذکور ہے کہ چالیس دن تک سجدے سے سر نہ اٹھایا۔ پس ہم نے اسے بخش دیا۔

یہ یاد رہے کہ جو کام عوام کے لئے نیکوں کے ہوتے ہیں وہی کام خواص کے لئے بعض مرتبہ بدیوں کے بن جاتے ہیں۔

یہ آیت سجدے کی ہے یا نہیں؟

اس کی بابت امام شافعیؒ کا جدید مذہب تو یہ ہے کہ یہاں سجدہ ضروری نہیں۔ یہ تو سجدہ شکر ہے۔

ابن عباسؓ کا قول ہے:

ص ضروری سجدوں میں سے نہیں۔ ہاں میں نے رسول اللہؐ کو اس میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ بخاری

نسائی میں ہے کہ حضورؐ نے یہاں سجدہ کر کے فرمایا:

سَجَدَهَا دَاوُدُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ تَوْبَةً، وَنَسَجْدُهَا شُكْرًا

یہ سجدہ حضرت داؤدؑ کا توبہ کے لئے تھا اور ہمارا شکر کے لئے ہے۔

ابو داؤد میں ہے:

حضورؐ نے منبر پر سورہ ص پڑھی اور سجدے کی آیت تک پہنچ کر منبر سے اترے اور سجدہ کیا اور آپؐ کے ساتھ ہی اور سب نے بھی سجدہ کیا۔

ایک اور مرتبہ آپؐ نے اسی سورہ کی تلاوت کی جب آیت سجدہ تک پہنچے تو لوگوں نے سجدہ کی تیاری کی آپؐ نے فرمایا:

إِنَّمَا هِيَ تَوْبَةٌ نَّبِيٍّ، وَلَكِنِّي رَأَيْتُكُمْ تَسْرَتْنِم

یہ تو ایک نبی کی توبہ کا سجدہ تھا۔ لیکن میں تو دیکھتا ہوں کہ تم سجدہ کے لئے تیار ہو گئے۔

فُغْفِرْنَا لَهُ ذَلِكَ ...

پس ہم نے بھی اسے وہ معاف کر دیا

... وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ (۲۵)

یقیناً وہ ہمارے نزدیک بڑے مرتبہ والے اور بہت اچھے ٹھکانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے اسے بخش دیا۔ قیامت کے دن اس کی بڑی قدر و منزلت ہوگی اور نبیوں اور عادلوں کا درجہ وہ پائیں گے۔
حدیث میں ہے:

الْمُقْسِطُونَ عَلَىٰ مَنَابِرَ مِنْ نُورٍ عَنِ يَمِينِ الرَّحْمَنِ، وَكَلْنَا يَدَيْهِ يَمِينًا،
الَّذِينَ يُقْسِطُونَ فِي أَهْلِيهِمْ وَمَا وَلُوا

عادل لوگ نور کے منبروں پر رحمن کی دہنی جانب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دابنے ہیں۔ یہ عادل وہ ہیں جو
اپنی اہل و عیال میں اور جن کے وہ مالک ہوں عدل و انصاف کرتے ہیں۔

اور حدیث میں ہے:

سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے دوست اور سب سے زیادہ اس کے مقرب وہ بادشاہ ہوں گے جو عادل ہوں اور سب سے
زیادہ دشمن اور سب سے سخت عذاب میں وہ ہوں گے جو حکمران ظالم ہوں۔ ترمذی

حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں:

قیامت کے دن حضرت داؤدؑ کو عرش کے پائے کے پاس کھڑا کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ اے داؤد! جس
پیاری وردنک مینھی اور چاذب آواز سے تم میری تعریفیں دنیا میں کرتے تھے اب بھی کرو۔

آپ فرمائیں گے باری تعالیٰ! اب وہ آواز کہاں رہی؟

اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے وہی آواز آج تمہیں پھر عطا فرمائی۔

اب حضرت داؤدؑ اپنی دلکش اور دلربا آواز نکال کر نہایت وجد کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کریں گے۔ جسے سن کر جنتی
اور نعمتوں کو بھی بھول جائیں گے۔ اور یہ سربلی آواز نورانی گلا ان کو سب نعمتوں سے بنا کر اپنی طرف متوجہ کر دے گا۔

بادشاہ اللہ کے حکم کے پابند ہیں:

يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ ...

اے داؤد! ہم نے تمہیں زمین کا خلیفہ بنا دیا، تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کیا کرو

... وَكَاتَّبَعُوا الْهَوَىٰ فَيُضِلُّكَ عَنِ سَبِيلِ اللَّهِ ...

اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ تمہیں راہ اللہ تعالیٰ سے بھٹکا دے گی۔

...إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ (۲۶)

یقیناً جو لوگ راہ اللہ تعالیٰ سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہیں اس لئے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے۔

اس آیت میں بادشاہوں اور ذمی اختیار لوگوں کو حکم ہو رہا ہے کہ وہ عدل و انصاف کے ساتھ قرآن وحدیث کے مطابق فیصلے کریں ورنہ راہ اللہ تعالیٰ سے بھٹک جائیں گے۔ اور جو بھٹک کر اپنے حساب کے دن کو بھول جائے وہ سخت عذابوں میں مبتلا ہوگا۔

حضرت ابو زور سے بادشاہ وقت ولید بن عبدالملک نے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ خلیفہ وقت سے بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں حساب لیا جائے گا؟

آپ نے فرمایا کہ سچ بتا دوں؟

خلیفہ نے کہا ضرور سچ ہی بتلاؤ اور آپ کو ہر طرح امن ہے۔

فرمایا اے امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ سے بہت بڑا درجہ حضرت داؤد کا تھا اور جنہیں خلافت کے ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ نے نبوت بھی دے رکھی تھی۔ لیکن باوجود اس کے کتاب اللہ ان سے کہتی ہے:

يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ

إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ

اے داؤد! ہم نے تمہیں زمین کا خلیفہ بنا دیا تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کیا کرو اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ تمہیں راہ اللہ تعالیٰ سے بھٹکا دے گی۔ یقیناً جو لوگ راہ اللہ تعالیٰ سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہیں

مکرمہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ان کے لئے یوم الحساب کو سخت عذاب ہیں ان کے بھول جانے کے باعث۔ سدئی کہتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے یوم الحساب کے لئے اعمال جمع نہیں کئے۔ آیت کے لفظوں سے اسی قول کو زیادہ مناسبت ہے واللہ اعلم۔

اللہ نے کوئی چیز بیکار نہیں بنائی:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ...

ہم نے آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو باطل اور ناحق پیدا نہیں کیا

ارشاد ہے کہ مخلوق کی پیدائش عبث اور بیکار نہیں۔ یہ سب عبادت خالق کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ پھر ایک وقت آنے والا ہے کہ ماننے والوں کی سر بلندی کی جائے اور نہ ماننے والوں کو سخت سزا دی جائے۔

...ذَلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ (۲۷)

یہ گمان کافروں کا ہے۔ سو کافروں کے لئے خرابی ہے آگ کی۔

کافروں کا خیال ہے کہ ہم نے انہیں یونہی پیدا کر دیا ہے دار آخرت اور دوسری زندگی کوئی چیز نہیں یہ غلط ہے۔ ان کافروں کو قیامت کے دن بڑی خرابی ہوگی۔ کیونکہ اس آگ میں انہیں جلنا پڑے گا جو ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے دھوکا رکھی ہے۔

أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ ...

کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے انکے برابر کر دیں گے جو ہمیشہ زمین میں فساد مچاتے رہے۔

... أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ (۲۸)

یا پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں گے؟

یہ ناممکن ہے اور انہی بات ہے کہ مومن کو مفسد کو اور پرہیزگار اور بدکار کو ایک جیسا کر دیں۔ اگر قیامت آنے والی ہی نہ ہو تب تو یہ دونوں انجام کے لحاظ سے یکساں ہی رہے۔ حالانکہ یہ خلاف انصاف ہے۔ قیامت ضرور آئے گی نیک کار جنت میں اور گنہگار جہنم میں جائیں گے۔

پس عقلی اقتضا بھی دار آخرت کے ثبوت کو ہی چاہتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ظالم پاپی اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے ایٹھا ہوا دنیا میں خوش وقت ہے مال اولاد فراخ دستی اور تندرستی سب کچھ اس کے پاس ہے اور ایک مومن متقی پاک دامن ایک ایک پیسے سے تنگ اور ایک ایک راحت سے دور ہے۔ تو حکمت علیم و حکیم و عادل کا اقتضا یہ تھا کہ کوئی ایسا وقت آئے کہ اس تک حرام سے اس کی اس کو رنجی کا بدلہ دیا جائے اور اس صابر شاکر فرماں بردار کی نیکیوں کا اسے بدلہ دیا جائے اور یہی دار آخرت میں ہونا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اس جہان کے بعد ایک جہان یقیناً ہے۔

كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ ...

یہ بابرکت کتاب جسے ہم نے تیری طرف اس لئے نازل فرمایا ہے کہ لوگ اسکی آیتوں پر غور و فکر کر لیں؛

... وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ (۲۹)

اور عقل مند اس سے نصیحت حاصل کر لیں۔

چونکہ یہ پاک تعلیم قرآن سے ہی حاصل ہوئی ہے اور اس نیکی کا رہبر یہی ہے اسی لئے اس کے بعد فرمایا کہ یہ مبارک کتاب ہم نے تیری طرف نازل فرمائی ہے تاکہ لوگ اسے سمجھیں اور ذی عقل لوگ اس سے نصیحت حاصل کر سکیں۔ حضرت بصری فرماتے ہیں جس نے قرآن کے الفاظ حفظ کرنے اور قرآن پر عمل نہیں کیا ہے اس نے قرآن میں تدبر وغور بھی نہیں کیا۔ لوگ کہتے ہیں ہم نے پورا قرآن پڑھ لیا، لیکن قرآن کی ایک نصیحت یا قرآن کے ایک حکم کا نمونہ ان میں نظر نہیں آتا۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ اصل چیز غور و خوض اور نصیحت و عبرت اور عمل ہے۔

حضرت سلیمانؑ کا ایک واقعہ:

وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ ...

ہم داؤدؑ کو سلیمان نامی فرزند عطا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے جو ایک بڑی نعمت حضرت داؤدؑ کو عطا فرمائی تھی اس کا ذکر فرما رہا ہے ان کی نبوت کا وارث ان کے لڑکے حضرت سلیمان کو کر دیا۔ اسی لئے صرف حضرت سلیمان کا ذکر کیا اور نہ انکی اور اولادیں بھی تھیں۔ چنانچہ اور آیت میں ہے:

وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ (27:1)

داؤد کے وارث سلیمان ہوئے۔

یعنی نبوت آپ کے بعد انہیں ملی۔

... نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ (۳۰)

جو بڑا اچھا بندہ تھا۔ اور بے حد رجوع رہنے والا تھا۔

یہ بھی بڑے اچھے بندے تھے۔ یعنی خوب عبادت گزار تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے والے تھے۔

مکمل کہتے ہیں کہ جناب داؤدؑ نے ایک مرتبہ آپ سے چند سوالات کئے اور ان کے معقول جوابات پا کر فرمایا کہ آپ نبی اللہ ہیں۔

پوچھا کہ سب سے اچھی چیز کیا ہے؟

جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف کی سکینت اور ایمان۔

پھر پوچھا کہ سب سے بری چیز کیا ہے؟

سلیمان علیہ السلام نے عرض کیا کہ ایمان کے بعد کفر۔

پھر پوچھا کہ سب سے زیادہ مٹھی چیز کیا ہے؟

عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت۔

پھر پوچھا کہ سب سے زیادہ ٹھنڈک والی چیز کیا ہے؟

جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کا لوگوں سے درگزر کرنا اور لوگوں کا آپس میں ایک دوسرے کو معاف کر دینا۔ ابن ابی حاتم

إِذْ عَرَضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصَّافِنَاتُ الْجِيَادُ (۳۱)

ان کے سامنے شام کے وقت تیز روخا سے گھوڑے پیش کئے گئے۔

فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَن ذِكْرِ رَبِّي ...

تو کہنے لگے میں نے اپنے پروردگار کی یاد پر ان گھوڑوں کی محبت کو ترجیح دی۔

... حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ (۳۲)

یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔

حضرت سلیمانؑ کے سامنے انکی بادشاہت کے زمانے میں انکے گھوڑے پیش کئے گئے جو بہت تیز رفتار تھے اور تین بیروں پر کھڑے رہتے تھے اور ایک پیر کچھ یونہی ساز میں پرکلتا تھا۔

ایک یہ بھی ہے کہ یہ پردار گھوڑے تھے جو تعداد میں نہیں تھے۔

حضرت سلیمانؑ ان کے دیکھنے بھالنے میں اس قدر مشغول ہو گئے کہ عصر کی نماز کا خیال ہی نہ رہا۔

بالکل بھول گئے جیسے کہ حضورؐ غزوہ خندق کے موقعہ پر ایک دن لڑائی کی مشغولی کی وجہ سے عصر کی نماز نہ پڑھ سکے اور مغرب بعد ادا کی۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں ہے کہ سورج کے ڈوبنے کے بعد حضرت عمرؓ کفار قریش کو برا کہتے ہوئے حضورؐ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ حضور میں تو عصر کی نماز بھی نہ پڑھ سکا۔ آپؐ نے فرمایا میں بھی اب تک ادا نہیں کر سکا۔ چنانچہ ہم بطمان میں گئے وہاں وضو کیا اور سورج کے غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز ادا کی اور پھر مغرب پڑھی۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دین سلیمانؑ میں جنگی مصالح کی وجہ سے تاخیر نماز جائز ہو اور یہ جنگی گھوڑے تھے جن کو اسی مقصد سے رکھا تھا۔

چنانچہ بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ صلاۃ خوف کے جاری ہونے سے پہلے یہی حال تھا۔

بعض کہتے ہیں جب تلواریں تہی ہوئی ہوں اور لشکر بھڑگئے ہوں اور نماز کے لئے رکوع و سجود کا امکان ہی نہ ہو تب یہ حکم ہے۔ جیسے کہ صحابہؓ نے تسبیح کی فتح کے موقع پر کیا تھا۔

لیکن ہمارا پہلا قول ہی ٹھیک ہے اس لئے کہ اس کے بعد ہی حضرت سلیمانؑ کا ان گھوڑوں کو دوبارہ طلب کرنا وغیرہ بیان ہوا ہے۔

رُدُّوْهَا عَلَيَّ ...

ان گھوڑوں کو دوبارہ میرے سامنے لاؤ

... فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ (۳۳)

پھر تو پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا۔

انہیں کاٹ ڈالنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میرے رب تعالیٰ کی عبادت سے مجھے اس چیز نے غافل کر دیا۔ میں ایسی چیز ہی نہیں رکھنے کا۔ چنانچہ ان کی کوچیں کاٹ دی گئی اور ان کی گردنیں ماری گئیں۔

لیکن حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ آپؐ نے گھوڑوں کی پیشانی کے بالوں وغیرہ پر ہاتھ پھیرا۔

امام ابن جریرؒ بھی اسی قول کو اختیار کرتے ہیں کہ بلا وجہ جانوروں کو ایذا پہنچانا ممنوع ہے ان جانوروں کا قصور نہ تھا جو انہیں کٹوا دیتے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے یہ بات انکی شرع میں جائز ہو۔ خصوصاً ایسے وقت جب کہ وہ یاد اللہ میں حارج ہوئے اور نماز کا وقت نکل گیا تو دراصل یہ غصہ بھی اللہ کے لئے تھا۔ چنانچہ اسی وجہ سے ان گھوڑوں سے بھی تیز اور ہلکی چیز اللہ تعالیٰ نے اپنی نبیؐ کو عطا فرمائی، یعنی ہوا ان کے تابع کر دی۔

حضرت ابوقدّہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ اکثر حج کیا کرتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک گاؤں میں ہماری ایک بدوی سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا کہ رسول اللہؐ نے میرا ہاتھ تھام کر مجھے بہت کچھ دینی تعلیم دی اس میں یہ بھی فرمایا:

إِنَّكَ لَا تَدْعُ شَيْئًا اِثْقَاءَ اللَّهِ تَعَالَى إِلَّا أُعْطَاكَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ خَيْرًا مِنْهُ
اللہ تعالیٰ سے ڈر کر تو جس چیز کو چھوڑے گا اللہ تعالیٰ تجھے اس سے بہتر عطا فرمائے گا۔

حضرت سلیمان کی آزمائش اور اختیارات :

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَى كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ...

ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور ان کے تخت پر ایک جسم ڈال دیا

... ثُمَّ أَنَابَ (۳۴)

پھر اس نے رجوع کیا۔

ہم نے سلیمان کا امتحان لیا اور انکی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا یعنی شیطان۔ پھر وہ اپنے تخت و تاج کی طرف لوٹ آئے۔ اس شیطان کا نام صحر یا آصف یا صرد یا حقیق تھا۔ یہ واقع اکثر مفسرین نے ذکر کیا ہے۔

سدی فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان کی ایک سو بیویاں تھیں آپ کو سب سے زیادہ اعتبار ان میں سے ایک بیوی پر تھا جنکا نام جرادہ تھا۔ جب جنبی ہوتے یا رفع حاجت کے لئے جاتے تو اپنی انگوٹھی ان ہی کو سونپ جاتے۔

ایک مرتبہ آپ رفع حاجت کے لئے گئے پیچھے سے ایک شیطان آپ ہی کی صورت بنا کر آیا اور بیوی صاحبہ سے انگوٹھی طلب کی آپ نے دے دی۔ یہ اس کو لیتے ہی تخت پر بیٹھ گیا۔

اب جو حضرت سلیمان آئے اور انگوٹھی طلب کی تو بیوی صاحبہ نے کہا آپ انگوٹھی تو لے گئے۔ آپ سمجھ گئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش ہے نہایت پریشان حالی سے محل سے نکل گئے۔ اس شیطان نے چالیس دن تک حکومت کی۔ لیکن احکام کی تہد بلی کو دیکھ کر علماء نے سمجھ لیا کہ یہ سلیمان نہیں۔

چنانچہ ان علماء کی جماعت آپ کی بیویوں کے پاس آئی اور ان سے کہا یہ کیا معاملہ ہے؟ ہمیں سلیمان کی ذات پر شبہ پیدا ہو گیا ہے اگر یہ واقعی سلیمان ہیں تو ان کی عقل جاتی رہی ہے یا یہ کہ سلیمان نہیں اور نہ ایسے خلاف شرع احکام نہ دیتے۔

عورتیں یہ سن کر رونے لگیں اور یہ لوگ وہاں سے واپس آ گئے اور تخت کے ارد گرد اسے گھیر کر بیٹھ گئے اور تورات کھول کر اس کی تلاوت شروع کر دی یہ خبیث شیطان کلام اللہ تعالیٰ سے بھاگا اور انگوٹھی سمندر میں پھینک دی۔ جسے ایک مچھلی نکل گئی۔

حضرت سلیمان یوں ہی اپنے دن گزارتے تھے۔ ایک مرتبہ سمندر کے کنارے نکل گئے بھوک بہت لگی ہوئی تھی۔ ماہی گیروں کو مچھلیاں پکڑتے ہوئے دیکھ کر ان کے پاس آ کر ان سے ایک مچھلی مانگی اور اپنا نام بھی بتایا اس پر بعض لوگوں کو بڑا طیش آیا کہ دیکھو بھیک منگا اپنے آپ کو سلیمان علیہ السلام بتاتا ہے۔ انہوں نے آپ کو مارنا پیشنا شروع کیا۔ آپ زخمی ہو گئے اور ایک کنارے جا کر اپنے زخم کا خون دھونے بیٹھے۔

بعض ماہی گیروں کو رحم آ گیا کہ ایک سائل کو خواہ مخواہ مارا۔ جاؤ بھئی اسے دو مچھلیاں دے آؤ! بھوکا ہے بھون کھائے گا چنانچہ وہ مچھلیاں آپ کو دے آئے۔ بھوک کی وجہ سے آپ اپنے زمنوں کو اور خون کو بھول گئے اور جلدی سے مچھلی کا پیٹ چاک کرنے بیٹھ گئے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے مچھلی کے پیٹ سے وہ انگوٹھی نکلی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی اور انگوٹھی انگلی میں ڈال لی۔ اسی وقت پرندوں نے آ کر آپ پر سایہ کر لیا اور لوگوں نے پہچان لیا اور آپ سے عذر معذرت کرنے لگے۔

آپ نے فرمایا یہ سب امر ربی تھا! اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امتحان تھا۔ آپ تشریف لے آئے اور اپنے تخت پر بیٹھ گئے۔ اور حکم دیا کہ اس شیطان کو جہاں بھی وہ ہو گرفتار کر لاؤ! چنانچہ اس کو قید کر لیا گیا۔ آپ علیہ السلام نے اسے ایک لوہے کے صندوق میں بند کیا اور قفل لگا کر اس پر اپنی مہر لگا دی اور سمندر میں پھینکوا دیا جو قیامت تک وہیں قید رہے گا! اس کا نام حقیق تھا۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي ...

کہا کہ اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے سوا کسی شخص کے لائق نہ ہو۔

... إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ (۳۰)

تو بڑا ہی دینے والا ہے۔

آپ کی یہ دعا کہ مجھے ایسا ملک عطا فرمایا جائے جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو یہ بھی پوری ہوئی اور ہوائیں آپ کے تابع کر دی گئی۔ اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ مجھے ایسا ملک دے کہ مجھ سے کوئی دوسرا اس کو چھین نہ سکے جیسے کہ اس جسم کا واقعہ ہوا جو آپ کی کرسی پر ڈال دیا گیا تھا۔ یہ مطلب نہیں کہ آپ دوسروں کے لئے ایسے ملک کے نہ ملنے کی دعا کرتے ہوں۔

لیکن جو بعض لوگوں نے یہ معنی لئے ہیں وہ کچھ ٹھیک نہیں نظر آتے، بلکہ صحیح مطلب یہی ہے کہ آپ کی دعا کا یہی مطلب تھا کہ مجھے ایسا ملک اور سلطنت دی جائے کہ میرے بعد پھر کسی اور شخص کو ایسی سلطنت نہ ملے۔ یہی آیت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے اور یہی احادیث سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ فرمایا:

إِنَّ عَفْرِيئًا مِنَ الْجِنِّ تَفَلَّتْ عَلَيَّ الْبَارِحَةَ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا لَيَقْطَعُ عَلَيَّ الصَّلَاةَ فَأُمْكِنَنِي اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مِنْهُ،

وَأَرَدْتُ أَنْ أُرْبِطَهُ إِلَى سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ حَتَّى تُصْبِحُوا، وَتَنْظُرُوا إِلَيْهِ كُلُّكُمْ، فَذَكَرْتُ

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي

قَوْلَ أَخِي سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ:

ایک سرکش جن نے گزشتہ شب مجھ پر زیادتی کی اور میری نماز بگاڑ دینی چاہی لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قابو دے دیا اور میں نے چاہا کہ میں اسے مسجد کے اس ستون سے باندھ دوں تاکہ صبح تم سب اسے دیکھو لیکن اس وقت مجھے میرے بھائی سلیمان کی دعا یاد آ گئی۔

راوی حدیث حضرت روح فرماتے ہیں پھر حضورؐ نے اسے ذلیل و خوار کر کے چھوڑ دیا۔

اور روایت میں ہے کہ حضورؐ نماز میں کھڑے ہوئے تو ہم نے سنا کہ آپؐ نے فرمایا:

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْكَ

پھر آپؐ نے تین بار فرمایا:

الْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللَّهِ

پھر آپؐ نے اس طرح اپنا ہاتھ بڑھایا کہ گویا آپؐ کسی چیز کو لینا چاہتے ہیں۔ جب فارغ ہوئے تو ہم نے آپؐ سے ان دونوں باتوں کی وجہ پوچھی۔ آپؐ نے فرمایا:

إِنَّ عَدُوَّ اللَّهِ إِبْلِيسَ جَاءَ بِشَهَابٍ مِنْ نَارٍ لِيَجْعَلَهُ فِي وَجْهِ فَقُلْتُ: أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْكَ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قُلْتُ: أَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللَّهِ الثَّامَّةِ، فَلَمْ يَتَأَخَّرْ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ أَرَدْتُ أَنْ أَخْذَهُ، وَاللَّهِ لَوْلَا دَعْوَةُ أُخَيْنَا سُلَيْمَانَ لَأَصْبَحَ مُوتَقًا، يَلْعَبُ بِهِ صَبِيَّانِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ

اللہ تعالیٰ کا دشمن ابلیس آگ لے کر میرے منہ میں ڈالنے کے لئے آیا تو میں نے تین مرتبہ **اعوذ** پڑھی پھر تین مرتبہ اس پر لعنت بھیجی لیکن وہ پھر بھی نہ ہٹا۔ پھر میں نے چاہا کہ اس کو پکڑ کر باندھ دوں تاکہ مدینے کے لڑکے اس سے کھیلیں۔ اگر ہمارے بھائی سلیمانؑ کی دعا نہ ہوتی تو میں یہی کرتا۔

طبرانی میں ہے حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے حضرت داؤدؑ کو اپنے لئے ایک گھر بنانے کا حکم دیا۔ حضرت داؤدؑ نے پہلے اپنا گھر بنالیا اس پر وحی آئی کہ تم نے اپنا گھر میرے گھر سے پہلے بنایا؟ آپ نے عرض کیا پروردگار! یہی فیصلہ کیا گیا تھا۔ پھر مسجد بنانی شروع کی دیواریں پوری ہو گئیں تو اتفاقاً تہائی حصہ گر گیا۔ آپ نے اللہ سے دعا کی تو جو اب ملاک تو میرا گھر نہیں بنا سکتا۔ پوچھا کیوں؟

فرمایا اس لئے کہ تیرے ہاتھوں سے خون بہا ہے

فرمایا ہاں لیکن وہ میرے بندے تھے۔ میں ان پر رحم کرتا ہوں۔

آپ پر یہ کلام سخت دشوار پڑا۔ پھر وحی آئی کہ غمگین نہ ہو! میں اسے تیرے لڑکے سلیمان کے ہاتھوں پورا کراؤں گا۔ چنانچہ آپ کے انتقال کے بعد حضرت سلیمان نے اسے بتانا شروع کیا۔ جب پورا کر چکے تو بڑی بڑی قربانیاں کیں اور ذبیحے ذبح کئے اور بنو اسرائیل کو جمع کر کے خوب کھلایا پلایا۔ چنانچہ وحی کا نزول ہوا کہ تو نے یہ سب کچھ میرے حکم کی تعمیل کی خوشی میں کیا ہے لہذا تو مجھ سے مانگ جو مانگے گا پائے گا

عرض کیا اے اللہ! میرے تین سوال ہیں

مجھے ایسا فیصلہ سمجھا جو تیرے منشا کے مطابق ہو

اور ایسا ملک دے جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو۔
 اور جو اس گھر میں آئے صرف نماز کے ارادے سے تو وہ اپنے گناہوں سے ایسا آزاد ہو جائے جیسے آج ہی پیدا ہوا ہے۔
 ان میں سے دو چیزیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمادیں اور مجھے امید ہے کہ تیسری بھی دے دی گئی ہو۔
 رسول اللہ اپنی ہر دعا کو ان لفظوں سے لفظوں سے شروع فرماتے:

سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

ابن عسا کر میں ہے کہ حضرت داؤدؑ نے دعا کی:
 باری تعالیٰ! سلیمان کے ساتھ بھی ایسے لطف و کرم پیش آ جو لطف و کرم تیرا مجھ پر رہا تو وحی نازل ہوئی کہ سلیمان سے کہہ
 دو! وہ بھی اسی طرح میرا رہے جس طرح تو میرا تھا تو میں بھی اس کے ساتھ ہو جاؤں گا جیسے کہ تیرے ساتھ تھا۔

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ (۳۶)

بس ہم نے ہوا کو انکے ماتحت کر دیا وہ آپ کے حکم سے جہاں آپ چاہتے بہ نرمی پہنچا دیا کرتی تھی۔
 بیان ہو رہا ہے کہ جب حضرت سلیمانؑ نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں آ کر ان خوبصورت پیارے وفادار تیز رو گھوڑوں کو کات ڈالا
 تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں ان کے عوض ان سے بہتر چیز عطا فرمائی، یعنی ہوا کو ان کے تابع فرمان کر دیا جو ایک مہینہ کی راہ کو
 صبح کی ایک گھڑی میں طے کر دیتی تھی اور اسی طرح شام کو۔ جہاں کا ارادہ کرتے وہیں ذرا سی دیر میں پہنچا دیتی۔

وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بِنَاءٍ وَعَوَاصٍ (۳۷)

اور طاقتور جنات کو بھی ان کا ماتحت کر دیا ہر عمارت بنانے والے کو اور غوط خور کو۔

وَأَخْرَيْنَ مُقْرَنِينَ فِي الْأَصْفَادِ (۳۸)

اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے۔

جنات کو بھی حضرت سلیمانؑ کے تابع کر دیا ان میں سے بعض بڑی اونچی لمبی سنگین پختہ عمارت بنانے کے کام سرانجام دیتے تھے
 جو انسانی طاقت سے باہر تھا اور بعض غوط خور تھے جو سمندر کی تہ میں سے لولو اور جوہر اور دیگر قیمتی قسم کی شیش و نادر چیزیں لا
 دیتے تھے۔ پھر اور کچھ تھے جو بھاری بھاری میزیوں میں جکڑے رہتے تھے یہ یا تو وہ تھے جو حکومت سے سر تابی کرتے تھے یا کام
 کاج میں شرارت اور کمی کرتے تھے یا لوگوں کو ستاتے اور ایذا دیتے تھے۔

هَذَا عَطَاؤُنَا ...

یہ ہے ہمارا عطیہ

... فَاْمُنُّنْ اَوْ اْمْسِكْ بِعَيْرِ حِسَابٍ (۳۹)

اب تو احسان کر یا روک رکھ کچھ حساب نہیں۔

یہ ہے ہماری مہربانی اور ہماری بخشش اور ہمارا انعام اور ہمارا عطیہ۔ اب تجھے اختیار ہے جس سے جو چاہے سلوک کر سب بے حساب ہے کسی پر پکڑ نہیں جو تیری زبان سے نکلے گا وہ حق ہوگا۔

صحیح حدیث میں ہے:

جب رسول اللہؐ کو اختیار دیا گیا کہ اگر چاہیں عہد و رسول رہیں یعنی جو حکم دیا جائے بجالا تے رہیں اور اگر چاہیں نبی اور بادشاہ بنا دیئے جائیں جسے چاہیں دیں اور جسے چاہیں نہ دیں اور اس کا کوئی حساب اللہ تعالیٰ کے ہاں نہ لیا جائے۔ تو آپؐ نے حضرت جبرائیل سے مشورہ لیا اور آپ کے مشورے سے پہلی بات قبول فرمائی۔ کیونکہ فضیلت کے لحاظ سے اور اعلیٰ وہی ہے۔ کونہوت و سلطنت بھی بڑی چیز ہے۔

وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَّآبٍ (۴۰)

ان کے لئے ہمارے پاس بڑا نزدیکی کا مرتبہ ہے اور بہت اچھا ٹھکانا ہے۔

اسی لئے حضرت سلیمانؑ کے دنیوی مزو جاہ بیان کرتے ہی فرمایا کہ وہ دار آخرت میں بھی ہمارے پاس بڑے مرتبے اور بہترین بزرگی اور اعلیٰ تر قرب و نزدیکی رکھتے ہیں۔

حضرت ایوبؑ کا ذکر اور ان کی بیماری:

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ ...

ہمارے بندے ایوبؑ کا بھی ذکر کر

حضرت ایوبؑ کا ذکر ہو رہا ہے اور ان کے صبر کی اور امتحان میں پاس ہونے کی تعریف بیان ہو رہی ہے کہ مال برباد ہو گیا، اولادیں مر گئیں، جسم مریض ہو گیا۔ یہاں تک کہ سوئی کے ناکے کے برابر سارے جسم میں ایسی جگہ نہ تھی جہاں بیماری نہ ہو۔ صرف دل سلامت رہ گیا تھا۔ اور پھر فقیری اور مفلسی کا یہ حال تھا کہ ایک وقت کا کھانا پاس نہ تھا اور اس حال میں کوئی ایسا نہ تھا جو خیر گیری کرتا سوائے ایک اپنی بیوی صاحبہ کے جن کے دل میں خوف الہی اور اپنے شوہر کی محبت تھی۔ لوگوں کا کام کاج کر کے اپنا اور اپنے شوہر کا پیٹ پالتی تھیں۔

آٹھ سال تک یہی حال رہا۔ حالانکہ اس سے پہلے ان سے زیادہ مالدار کوئی دوسرا نہ تھا۔ اولاد بھی بکثرت تھی اور دنیا کی ہر راحت موجود تھی۔ اب ہر چیز چھین لی گئی اور شوہر کا کوزا کرکٹ جہاں ڈالا جاتا تھا وہاں آپ کو لایا گیا تھا۔ اسی حال میں ایک دو دن نہیں سال دو سال نہیں اٹھارہ سال کامل گزرنے اپنے اور غیر ہر ایک نے منہ پھیر لیا تھا حتیٰ کہ خیریت پوچھنے والا بھی کوئی نہ تھا۔

صرف آپ کی یہی بیوی صاحبہ تھیں جو ہر وقت دن و رات آپ کی خدمت میں کمر بستہ تھیں البتہ پیٹ پالنے کے لئے محنت و مزدوری کے وقت آپ کی خدمت سے مجبوراً علیحدہ ہونا پڑتا تھا۔

...إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ (۴۱)

جب کہ اس نے اپنے رب تعالیٰ کو پکارا کہ مجھے شیطان نے رنج اور دکھ پہنچایا ہے۔

بلا آخرو آ زمانش کے ختم ہونے کا وقت آیا اور اس برگزیدہ بندے نے **رب العالمین الہ المرسلین** کی بارگاہ میں تضرع و زاری کی اور کہہ پکارتے ہوئے ہونٹوں، حضور قلب کے ساتھ دعا کی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ مَسْنِيْ الضَّرْبُ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ (21:83)

اے میرے پروردگار! پناہ ہمارا اللہ! مجھے دکھ نے تڑپا دیا ہے اور تو ارحم الراحمین ہے۔

اِرْكُضْ بِرِجْلِكَ ...

اپنا پاؤں مارو

... هَذَا مُعْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ (۴۲)

یہ ہے نہانے کا ٹھنڈا اور پینے کا پانی

یہاں جو دعا ہے اس میں جسمانی تکلیف اور مال و اولاد کے دکھ درد کا ذکر کیا۔ اسی وقت رحیم و کریم اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا اور حکم ہوا کہ زمین پر اپنا پاؤں مارو۔ پاؤں لگتے ہی وہاں ایک چشمہ ایلنے لگا حکم ہوا کہ اس پانی سے غسل کر لو! غسل کرتے ہی بدن کی تمام بیماری اس طرح جاتی رہی گویا تھی ہی نہیں پھر حکم ہوا کہ اور جگہ بڑی مارو! وہاں پاؤں مارتے ہی دوسرا چشمہ جاری ہو گیا۔ حکم ہوا کہ اس کا پانی پی لو اور اس پانی کے پیتے ہی اندرونی بیماریاں بھی جاتی رہیں اور ظاہر و باطن کی عافیت اور کامل تندرستی حاصل ہو گئی۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ فرماتے ہیں:

اٹھارہ سال تک اللہ تعالیٰ کے یہ پیغمبر دکھ درد میں مبتلا رہے اپنے اور غیر سب نے چھوڑ دیا۔ ہاں آپ کے دو مخلص دوست صبح شام خیریت اور مزاج پرسی کے لئے آجایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک نے دوسرے سے کہا میرا خیال یہ ہے کہ ایوبؑ نے اللہ تعالیٰ کی کوئی بڑی نافرمانی کی ہے اٹھارہ سال سے اس بلا میں مبتلا ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتا۔ اس دوسرے شخص نے شام کو حضرت ایوبؑ سے اس شخص کی یہ بات ذکر کر دی۔ آپ کو سخت رنج ہوا اور فرمایا میں نہیں جانتا کہ وہ ایسا کیوں کہتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میری تو یہ حالت تھی کہ جب دو شخصوں کو آپس میں جھگڑتے دیکھتا اور دونوں اللہ تعالیٰ کو بیچ میں لاتے مجھ سے یہ نہ دیکھا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے عزیز نام کی اس طرح یاد کی جائے کیونکہ دو میں سے ایک تو ضرور مجرم ہوگا اور دونوں اللہ تعالیٰ کا نام لے رہے ہیں تو میں اپنے پاس سے دے دلا کر ان کے جھگڑے کو ختم کر دیتا کہ نام اللہ تعالیٰ کی بے ادبی نہ ہو۔

آپ سے اس وقت چلا پھرا بلکہ اٹھا بیٹھا بھی نہیں جاتا تھا۔ پانخانے کے بعد آپ کی بیوی صاحبہؑ آپ کو اٹھا کر لاتی تھیں۔ ایک مرتبہ وہ موجود نہ تھیں آپ کو بہت تکلیف ہوئی آپ نے اس روز بارگاہ الہی میں اپنی صحت کے لئے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوئی کہ زمین پر لات مارو۔ بہت دیر کے بعد جب آپ کی بیوی صاحبہ آئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ مریض شوہر تو ہے نہیں اور کوئی دوسرا تندرست شخص نورانی چہرے والا بیٹھا ہوا ہے۔

پہچان نہ سکیں اور دریافت کرنے لگیں کہ اے اللہ کے نیک بندے! یہاں اللہ کے ایک نبی جو دکھ درد میں مبتلا تھے انہیں دیکھا ہے؟ واللہ جب وہ تندرست تھے تو قریب قریب تم جیسے ہی تھے۔

آپ نے فرمایا وہ میں ہی ہوں۔

راوی کہتا ہے کہ آپ کی دو کونھیاں تھیں ایک گیہوں کے لئے اور ایک جو کے لئے۔ اللہ تعالیٰ نے دو ابرہیجے ایک نے سونا برسا اور ایک کو کھجی اناج کی اس سے بھر گئی اور دوسرے میں سے بھی سونا برسا اور دوسری بھی بھر گئی۔ ابن جریر صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

بَيْنَمَا أَيُّوبُ يَغْتَسِلُ عَرُبَانَا خَرَّ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِنْ ذَهَبٍ فَجَعَلَ أَيُّوبُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ يَحْتُو فِي ثَوْبِهِ، فَنَادَاهُ رَبُّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا أَيُّوبُ، أَلَمْ أَكُنْ أَعْنِيكَ عَمَّا تَرَى

قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: بَلَى يَا رَبِّ، وَلَكِنْ لَا غِنَى بِي عَنْ بَرَكَتِكَ

حضرت ایوب ننگے ہو کر تھرا ہے تھے کہ آسمان سے سونے کی ٹڈیاں برسنے لگیں آپ نے جلدی جلدی ان کو اپنے کپڑے میں سمیٹنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے آواز دی کہ اے ایوب! کیا میں نے تجھے غنی اور بے پرواہ نہیں کر رکھا۔ آپ نے جواب دیا ہاں اے اللہ بے شک تو نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے۔ میں سب سے غنی اور بے نیاز ہوں لیکن تیری رحمت سے بے نیاز نہیں ہوں۔ بلکہ اس کا پورا محتاج ہوں۔

وَوَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً مِنَّا ...

اور ہم نے اسے اس کا پورا کنبہ عطا فرمایا بلکہ اتنا ہی اور بھی اسی کے ساتھ اپنی خاص رحمت سے پس اللہ نے اپنے اس صابر پیغمبر کو نیک بدلے اور بہتر جزائیں عطا فرمائیں۔ اولاد بھی دی اور اسی کے مثل اور بھی دی۔ بلکہ حضرت حسن اور قادہ سے تو منقول ہے کہ مردہ اولاد اللہ تعالیٰ نے زندہ کر دی اور اتنی ہی مزید اولاد عطا کی۔ یہ تھا اللہ تعالیٰ کا رحم جو ان کے صبر و استقلال رجوع الی اللہ اور تواضع انکساری کے بدلے اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا۔

... وَذَكَرَى لِأُولِي الْأَلْبَابِ (۴۳)

اور عقلمندوں کی نصیحت کے لئے۔

عقلمندوں کے لئے نصیحت و عبرت ہے وہ جان لیتے ہیں کہ صبر کا انجام کسادگی ہے اور رحمت و راحت ہے۔

وَخَذَ بِيَدِكَ ضِعْفًا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنُثْ ...

اور اپنے ہاتھ میں تیلیوں کی ایک جھاڑو لے کر مار دے اور قسم کا خلاف نہ کر۔

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت ایوبؑ اپنی بیوی کے کسی کام کی وجہ سے ان پر ناراض ہو گئے تھے اور قسم کھائی تھی کہ شفا ہو جانے کے بعد سو کوڑے ماریں گے۔ جب آپ تندرست اور صحیح سالم ہو گئے تو ارادہ کیا کہ اپنی قسم کو پورا کریں۔ لیکن ایسی نیک صفت خاتون ایسی سزا کے لائق نہ تھیں جو حضرت ایوبؑ نے طے کر رکھی تھی۔ اس لئے رب العالمین اور ارحم الراحمین نے ان پر رحم کیا اور اپنے نبی کو حکم دیا کہ قسم پوری کرنے کے لئے کھجوری ٹہنی لے لو جس میں ایک سو تھیں ہوں اور اسے انہیں مار دو۔ ایسا کر دینے سے قسم پوری ہو جائے گی اور ایک ایسی صابر و شاکرہ بیوی پر سزا بھی نہ ہوگی۔

یہی دستور الہی ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کو جو اس سے ڈرتے رہتے ہیں برائیوں اور بدیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

...إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا ...

سچ تو یہ ہے کہ ہم نے اسے بڑا صابر بندہ پایا۔

...نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ (۴۴)

وہ بڑا نیک بندہ تھا اور بڑی ہی رغبت رکھنے والا۔

اللہ تعالیٰ حضرت ایوبؑ کی شان و صفت بیان کرتا ہے کہ ہم نے ان کو بڑا صابر و ضابط پایا وہ بڑا نیک اور اچھا بندہ ثابت ہوا۔ اس کے دل میں ہماری سچی محبت تھی۔ وہ ہماری ہی طرف جھکتا رہا اور ہم ہی سے لو لگائے رہا۔ اسی لئے فرمان اللہ تعالیٰ ہے:

...وَمَنْ يَنْقُ اللَّهُ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا

وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا (3-65:2)

جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے چھ نکارے کی صورت نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے روزی پہنچاتا ہے جو اس کے خیال میں بھی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ پر توکل رکھنے والوں کو اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کام میں پورا اترتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔ سمجھ دار علماء کرام نے اس آیت سے بہت سے ایمانی مسائل اخذ کئے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ الخلقؑ اور یعقوبؑ کا ذکر:

وَأَذْكُرُ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ (۴۵)

ہمارے بندوں ابراہیم الخلق اور یعقوب کا بھی لوگوں سے ذکر کرو جو ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے۔

اللہ تعالیٰ اپنے عابد بندوں اور رسولوں کی فضیلتوں کو بیان فرما رہا ہے اور ان کے نام گنوار ہے۔ ابراہیم الخلق اور یعقوب علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

إِنَّا أَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ (۴۶)

ہم نے انہیں ایک امتیازی بات یعنی آخرت کی یاد کے ساتھ مخصوص کر دیا تھا،

فرماتا ہے کہ ان کے اعمال بہت بہتر تھے اور صحیح علم بھی رکھتے تھے۔ ساتھ ہی عبادت الہی میں قوی تھے اور قدرت کی طرف سے ان کو بصیرت عطا فرمائی گئی تھی دین میں سمجھ دار تھے۔ اطاعت الہی میں نہایت درجہ استقامت رکھتے تھے۔ حق کو دیکھنے والے تھے۔ ان کے نزدیک دنیا کی کوئی اہمیت نہ تھی صرف آخرت کا ہی ہر وقت خیال بندھا رہتا تھا۔

وَأَنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ (۴۷)

یہ سب ہمارے نزدیک برگزیدہ اور بہترین لوگ تھے

ہر عمل آخرت کے لئے ہی ہوتا تھا۔ دنیا کی محبت سے وہ الگ تھے اور آخرت کے ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے تھے۔ وہ اعمال اختیار کرتے تھے جو جنت کا مستحق بنا دیں۔ لوگوں کو بھی نیک اعمال کی ترغیب دیتے تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن بہترین بدلے اور افضل مقامات عطا فرمائے گا۔ یہ بزرگان دین اللہ تعالیٰ کے چیدہ مخلص اور خاص الخاص بندے ہیں۔

وَأَذْكُرُ إِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ...

اسماعیل، یسع اور ذوالکفل کا بھی ذکر کر دیجئے۔

... وَكُلٌّ مِّنَ الْآخِيَارِ (۴۸)

یہ سب بہترین لوگ تھے۔

اسماعیل، یسع اور ذوالکفل صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین بھی پسندیدہ اور خاص بندوں میں تھے۔ ان کے حالات سورہ انبیاء میں گزر چکے ہیں اس لئے ہم نے یہاں بیان نہیں کئے۔

هَذَا ذِكْرٌ ...

یہ ہے نصیحت۔

ان فضائل میں ان کے لئے نصیحت ہے جو پسند و نصیحت حاصل کرنے کے اور قبول کرنے کے عادی ہیں۔ اور یہ مطلب بھی ہے کہ یہ قرآن عظیم ذکر یعنی نصیحت ہے۔

جنت کی نعمتیں:

... وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَّآبٍ (۴۹)

یقین مانو کہ پرہیزگاروں کی بڑی اچھی جگہ ہے۔

جَنَّاتٍ عَدْنٍ مَّفْتَحَةٌ لَهُمُ الْأَبْوَابُ (۵۰)

یعنی بیٹھکی والی جنتیں جن کے دروازے ان کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔

نیک کار تقویٰ والوں کے لئے دار آخرت میں کتنا پاک بدلہ اور کیسی پیاری جگہ ہے۔ بیٹھکی کی جنتیں ہیں جن کے دروازے ان کے لئے بند نہیں بلکہ کھلے ہوئے ہیں کھلوانے کی بھی زحمت نہیں۔

رسول اللہ فرماتے ہیں:

جنت میں ایک محل عدن ہے جس کے آس پاس برج ہیں۔ جس کے پانچ ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازے پر پانچ ہزار چادریں ہیں۔ اس میں صرف نبی یا صدیق یا شہید یا عادل بادشاہ ہی رہیں گے۔ ابن ابی حاتم

اور یہ تو بہت سی بالکل صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔

مُتَّكِنِينَ فِيهَا يَدْعُونَ فِيهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَشَرَابٍ (۵۱)

جن میں بافراغت تکلیے لگائے بیٹھے ہوئے طرح طرح کے میوے اور قسم قسم کی شرابوں کی فرمائشیں کر رہے ہیں۔

اپنے تختوں پر تکیے لگائے بے فکری سے چار زانو با آرام بیٹھے ہوئے ہوں گے اور جس میوے کو یا جس قسم کی شراب کو جی چاہے حکم کے ساتھ خدام یا سلیقہ حاضر کر دیں گے۔

وَعِنْدَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ أَثْرَابٌ (۵۲)

اور ان کے پاس نیچی نظروں والی ہم عمر کم سن حوریں ہوں گی۔

ان کے پاس انگی بیویاں ہوں گی جو عنیفہ پاک دامن نیچی نگاہوں والی اور ان سے محبت و عشق رکھنے والی ہوں گی، جن کی نگاہیں کبھی دوسرے کی طرف نہ اٹھیں نہ اٹھ سکیں۔ ان کی ہم عمر اور ان کی عمر کے لائق ہوں گی۔

هَذَا مَا تُوَعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ (۵۳)

یہ ہے جس کا وعدہ تم سے حساب کے دن کیا جاتا تھا۔

ان صفات والی جنت کا وعدہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے والے بندوں سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ قیامت کے دن یہ اس کے وارث و مالک ہوں گے۔ جب کہ قبروں سے اٹھ کر آگ سے نجات پا کر حساب سے فارغ ہو کر یہاں جا کر با آرام ہمیں گے۔

إِنَّ هَذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهُ مِنْ نَفَائٍ (۵۴)

بے شک یہ روزیاں خاص ہمارا عطیہ ہیں جن کا کبھی خاتمہ ہی نہیں۔

یہ ہے ہمارا انعام جس میں نہ کبھی کمی آئے گی اور نہ یہ منقطع ہوگا۔ جیسے فرمایا:

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ (16:96)

تمہارے پاس جو ہے وہ ختم ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔

اور آیت میں فرمایا:

عَطَاءٌ غَيْرٌ مَجْدُودٍ (11:108)

لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرٌ مَمْنُونٍ (84:25)

مطلب یہ ہے کہ نہ اس میں کبھی کمی اور لگنا آئے گا اور نہ کبھی وہ ختم اور فنا ہوگا۔ جیسے ارشاد ہے:

أَكْلَهَا دَانِمٌ وَظَلَمَهَا تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ اتَّقَوْا وَعُقْبَى الْكَافِرِينَ النَّارُ (13:35)

اس کے میوے اور کھانے پینے اور اس کے سایے دائمی ہیں۔ پرہیزگاروں کا انجام یہی ہے اور کافروں کا انجام جہنم ہے۔

هَذَا ...

یہ تو ہوئی جزا

... وَإِنَّ لِلطَّاغِينَ لَشَرَّ مَآبٍ (۵۵)

یاد رکھو کہ سرکشوں کے لئے بڑی بڑی جگہ ہے۔

جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا ...

جو دوزخ ہے۔ جس میں وہ جائیں گے

... فَبئْسَ الْمِهَادُ (۵۶)

آہ! کیا ہی برا بچھونا ہے

مذکورہ بالا آیتوں میں نیکیوں کا حال بیان کیا تو یہاں بدکار لوگوں کا حال بیان فرما رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانتے تھے کہ ان کے لوٹنے کی جگہ بہت بری ہے اور وہ جہنم ہے جس میں یہ لوگ داخل ہوں گے اور چاروں طرف سے انہیں آتش و دوزخ گھیر لے گی۔ یہ نہایت ہی برا بچھونا ہے۔

هَذَا ...

یہ ہے

... فَلْيَذُوقُوهُ حَمِيمٌ وَعَسَاقٌ (۵۷)

پس اسے پکھلیں گرم پانی اور پیپ۔

وَأَخْرُ مِنْ شَكْلِهِ أَزْوَاجٌ (۵۸)

اور کچھ اور اسی شکل کی طرح طرح کی چیزیں۔

حمیم اس پانی کو کہتے ہیں جس کی حرارت اور گرمی انتہا کو پہنچ چکی ہو۔

عساق کہتے ہیں اس ٹھنڈ کو جس کی سردی انتہا کو پہنچ چکی ہو۔ پس ایک طرف آگ کا گرم عذاب دوسری جانب ٹھنڈ کا سرد عذاب اور اسی طرح قسم قسم کے جوڑ جوڑ کے عذاب جو ایک دوسرے کی ضد ہوں۔

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ فرماتے ہیں:

اگر ایک ڈول عساق کا دنیا میں بہایا جائے تو تمام اہل دنیا بد بودار ہو جائیں۔

حضرت کعب فرماتے ہیں کہ عساق نامی جہنم میں ایک نہر ہے جس میں سانپ، بچھو وغیرہ کا زہر جمع ہوتا ہے پھر وہ گرم ہو کر پکنے لگتا ہے اس میں جہنم والوں کو غوطے دیئے جائیں گے جس سے ان کا سارا گوشت پوست جھڑ جائے گا اور پنڈلیوں میں لٹک جائے گا۔ جسے وہ اس طرح گھسیٹتے پھریں گے جیسے کوئی شخص اپنا کپڑا گھسیٹ رہا ہو۔ ابن ابی حاتم

غرض سردی کا عذاب الگ ہوگا گرمی کا الگ ہوگا۔

حمیم پینے کو زقوم کھانے کو۔

کبھی آگ کے پہاڑوں پر چڑھایا جاتا ہے تو کبھی آگ کے گڑھوں میں دھکیلا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس عذاب سے بچائے۔

هَذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ...

یہ ایک قوم ہے جو تمہارے ساتھ آگ میں جانے والی ہے

... لَّا مَرْحَبًا بِهِمْ ...

انہیں خوشی اور کشادگی نہ ہو

... إِنَّهُمْ صَلَّوْا النَّارَ (۵۹)

یہی تو جہنم میں جانے والے ہیں۔

اب جہنم والوں کا جھگڑا ان کا تنازع اور ایک دوسرے کو برا کہنے کا بیان ہو رہا ہے جیسے کہ ایک دوسری آیت میں ہے:

كَلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَعَنَتْ أُخْتَهَا (7:38)

ہر گروہ دوسرے پر بجائے سلام کے لعنت بھیجے گا

ایک دوسرے کو جھٹلائے گا اور ایک دوسرے پر الزام رکھے گا۔

قَالُوا بَلْ أَنْتُمْ لَّا مَرْحَبًا بِكُمْ ...

وہ کہیں گے بلکہ تم ہی ہو کہ تمہیں خوشی نہ ہو۔

ایک جماعت جو پہلے جہنم میں جا چکی ہے وہ دوسری جماعت کو دار وند جہنم کے ساتھ آتی ہوئی دیکھ کر کہے گی کہ یہ گروہ جو

تمہارے ساتھ ہے انہیں مرحبانہ ہو اس لئے کہ یہ بھی جہنمی گروہ ہے۔

... أَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوهُ لَنَا ...

تم ہی نے تو اسے پہلے ہی سے ہمارے سامنے لا رکھا تھا۔

... فَبئْسَ الْقَرَارُ (۶۰)

پس رہنے کی بڑی بری جگہ ہے۔

وہ آنے والے ان سے کہیں گے کہ تمہارے لئے مرحبانہ ہو تم ہی تو تھے کہ ہمیں ان برے کاموں کی طرف بلا تے رہے جن

کا انجام یہ ہوا۔ پس بری منزل ہے۔

قَالُوا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هَذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ (٦١)۔

وہ کہیں گے اے ہمارے رب! جس نے کفر کی رسم ہمارے لئے نکالی ہو اس کے حق میں جہنم کی دگنی سزا کر دے۔

پھر کہیں گے اے باری تعالیٰ! جس نے ہمارے لئے اس کی تقدیم کی تو اس کو دو گنا عذاب کر، جیسے فرمان ہے:

قَالَتْ أُحْزَاهُمْ لَأَوْلَهُمْ رَبَّنَا هَؤُلَاءِ أَضَلُّونَا فَآتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ قَالَ لِكُلِّ ضِعْفٌ وَلَكِن لَّا تَعْلَمُونَ (7:38)

بعد کو بدکار ہونے والے لوگ اولین بدکاروں کے بارے میں عرض کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار! انہوں نے ہی تو ہم کو بھی گمراہ کیا تھا لہذا تو ان کو دو گنا عذاب کر! اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہر ایک کے لئے دگنا ہی ہے، لیکن تم واقف نہیں۔
یعنی ہر ایک کے لئے ایسا عذاب ہے جو اسے بس (کافی) ہے۔

وَقَالُوا مَا لَنَا لِنَرِيَ رَجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْأَشْرَارِ (٦٢)

جنہمی کہیں گے یہ کیا بات ہے کہ وہ لوگ ہمیں دکھائی نہیں دیتے جنہیں ہم برے لوگوں میں شمار کرتے تھے۔

أَتَّخَذْنَا هُمْ سِخْرِيًّا أَمْ زَاغَتْ عَنْهُمْ الْأَبْصَارُ (٦٣)

کیا ہم نے ہی ان کا مذاق بنا رکھا تھا یا ہماری نگاہیں ان سے بہک رہی ہیں؟

چونکہ کفار وہاں منومنوں کو نہ پائیں گے جن کو اپنے خیال میں بہکا ہوا جانتے تھے آپس میں ذکر کریں گے کہ اس کی وجہ کیا ہے جو ہمیں مسلمان جہنم میں نظر نہیں آتے؟

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ ابو جہل کہے گا کہ بلال، عمار اور صہیب وغیرہ کہاں ہیں؟ وہ تو نظر ہی نہیں آتے۔

غرض ہر کافر یہی کہے گا کہ وہ لوگ جن کو ہم دنیا میں شریر گنتے تھے وہ آج یہاں نظر نہیں آتے۔ کیا ہماری ہی غلطی تھی کہ ہم انہیں دنیا میں خاطر میں نہ لاتے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے؟ لیکن نہیں، ہمارا یہ معاملہ ان کے ساتھ درست تھا وہ ہوں گے تو جہنم میں ہی لیکن کسی ایسی طرف ہیں کہ ہماری نگاہ ان پر نہیں پڑتی۔

اسی وقت اہل بہشت کی جانب سے آواز آئے گی کہ اے اہل دوزخ! ادھر دیکھو۔ ہم نے تو اپنے رب تعالیٰ کے وعدے کو حق پایا۔ تم اپنی کہو کیا اللہ تعالیٰ کے وعدے سچے نکلے؟

یہ جواب دیں گے کہ ہاں بالکل سچ نکلے۔

اسی وقت ایک منادی ندا کرے گا کہ ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ اسی کا بیان آیات قرآنیہ:

وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ أَن قُذِّبُوا وَعَدْنَا مَا وَعَدْنَا رَبَّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالُوا نَعَمْ فَأَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ أَن لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ... ادْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ (49-7:44)

میں بیان ہوا ہے۔

إِنَّ ذَلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ أَهْلِ النَّارِ (٦٤)

یقین جانو کہ دوزخیوں کا یہ جھگڑا ضرور ہی ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی جو خبر میں آپ کو دے رہا ہوں کہ جہنمی اس بات پر لڑیں جھگڑیں گے اور آپس میں ایک دوسرے پر لعن طعن کریں گے یہ بالکل سچی واقعی اور ٹھیک خبر ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

نبیؐ کا ایک سہانا خواب:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنذِرٌ ...

کہہ دیجئے کہ میں تو صرف ہوشیار کرنے والا ہوں

اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کو حکم فرماتا ہے کہ کافروں سے کہہ دو کہ میری نسبت تمہارے خیالات مصل غلط ہیں میں تو تمہیں ڈر کی خبر پہنچانے والا ہوں۔

وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (٦٥)

اور بجز اللہ واحد غالب کے اور کوئی لائق عبادت ہیں۔

بجز اللہ وحدہ لا شریک لہ اور کوئی قابل پرستش نہیں وہ اکیلا ہے وہ ہر چیز پر غالب ہے ہر چیز اس کے ماتحت ہے۔

رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ...

جو پروردگار ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے

وہ زمین و آسمان اور ہر چیز کا مالک ہے اور سب تصرفات اسی کے قبضے میں ہیں۔

...الْعَزِيزُ الْعَقَّارُ (٦٦)

وہ زبردست اور بڑا بخشنے والا ہے۔

وہ عزتوں والا ہے اور باوجود اس عظمت و عزت کے بڑا ہی بخشنے والا ہے۔

قُلْ هُوَ نَبَأٌ عَظِيمٌ (٦٧)

تو کہہ دے کہ یہ بہت بڑی خبر ہے۔

أَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُونَ (٦٨)

جس سے بے پرواہ ہو رہے ہو۔

یہ بہت بڑی چیز ہے۔ یعنی میرا رسول کی حیثیت سے تمہارے درمیان آنا۔ مگر تم اے غافلو! میری بیان کردہ حقیقتوں سے اعراض کر رہے ہو۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ بڑی چیز ہے، یعنی قرآن کریم۔

مَا كَانَ لِي مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَأِ الْأَعْلَىٰ إِذْ يَخْتَصِمُونَ (٦٩)

مجھے ان بلند قدر فرشتوں کی بات چیت کا مطلقاً علم ہی نہیں۔

إِنْ يُوحَىٰ إِلَيَّ إِلَّا أَنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ (٧٠)

میری طرف فقط یہی وحی کی جاتی ہے کہ میں تو صاف صاف آگاہ کر دینے والا ہوں۔

حضرت آدم کے بارے میں فرشتوں کے درمیان جو کچھ اختلاف ہوا اگر رب تعالیٰ کی وحی میرے پاس نہ آتی ہوتی تو مجھے اس کی بابت کیا علم ہوتا؟ ابلیس کا آپ کو سجدہ کرنے سے منکر ہونا اور رب تعالیٰ کے سامنے اس کی مخالفت کرنا اور اپنی بڑائی جتاننا وغیرہ ان سب باتوں کو میں کس طرح جان سکتا تھا؟

مسند احمد میں ہے کہ ایک دن صبح کی نماز میں حضورؐ نے بہت دیر کر دی یہاں تک کہ سورج طلوع ہونے کا وقت آ گیا۔ پھر بہت جلدی کرتے ہوئے آپ تشریف لائے، تکبیر کہی گئی اور آپؐ نے ہلکی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد ہم سے فرمایا، تھوڑی دیر ٹھہرے رہو۔ پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

رات میں مسجد پڑھ رہا تھا کہ مجھے اونگھ آنے لگی، یہاں تک کہ میں جاگا اور میں نے دیکھا کہ گویا اپنے رب تعالیٰ کے پاس ہوں۔ میں نے اپنے پروردگار کو بہترین عمدہ صورت میں دیکھا۔ مجھ سے جناب باری تعالیٰ نے دریافت فرمایا، جانتے ہو کہ عالم بالا کے فرشتے اس وقت کس امر میں گفتگو اور سوال و جواب کر رہے ہیں؟

میں نے عرض کیا میرے رب! مجھے کیا خبر!

تین مرتبہ کے سوال و جواب کے بعد میں نے دیکھا کہ میرے دونوں موندھوں کے درمیان اللہ عزوجل نے ہاتھ رکھا، یہاں تک کہ انگلیوں کی ٹھنڈک مجھے میرے سینے میں محسوس ہوئی اور مجھ پر ہر ایک چیز روشن ہو گئی۔ پھر مجھ سے فرمایا اب بتاؤ! ملا اعلیٰ میں کیا بات چیت ہو رہی ہے؟

میں نے کہا، گناہوں کے کفارے کی۔

فرمایا پھر تم بتاؤ کفارے کیا کیا ہیں؟

میں نے کہا نماز باجماعت کے لئے قدم اٹھا کر جانا، نمازوں کے بعد مسجدوں میں بیٹھے رہنا اور دل کے نہ چاہنے پر کامل وضو کرنا۔

پھر مجھ سے میرے اللہ تعالیٰ نے پوچھا 'درجے کیا ہیں؟
میں نے کہا کھانا کھلانا۔ نرم کا می اختیار کرنا۔ اور راتوں کو جب لوگ سوئے پڑے ہوں نماز پڑھنا۔
اب مجھ سے میرے رب تعالیٰ نے فرمایا 'گنگ کیا مانگتا ہے؟

میں نے کہا 'ٹیکوں کا کرنا، برائیوں کا چھوڑنا، مسکینوں سے محبت رکھنا اور تیری بخشش اور تیرا رحم اور جب تیرا ارادہ کسی قوم کے ساتھ فتنے کا ہو تو اس فتنے میں مبتلا ہونے سے پہلے کی موت اور تیری محبت اور تجھ سے محبت رکھنے والوں کی محبت اور ان کاموں کی چاہت جو تیری محبت سے قریب کرنے والے ہوں مانگتا ہوں۔
اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا یہ سراسر حق ہے اسے پڑھو پڑھاؤ، سیکھو سکھاؤ۔
یہ حدیث خواب کی ہے اور مشہور بھی یہی ہے۔

تخلیق آدم کا ذکر:

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِينٍ (۷۱)

جب کہ تیرے رب تعالیٰ نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ میں مٹی سے انسان کو پیدا کرنے والا ہوں۔

یہ قصہ سورہ بقرہ میں اور سورہ اعراف، سورہ حجر، سورہ سجان اور سورہ کہف اور اس سورہ ص میں بیان ہوا ہے۔

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ (۷۲)

سو جب میں اسے ٹھیک ٹھاک کر لوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے سامنے سجدے میں گر پڑنا۔

حضرت آدمؑ کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنا ارادہ بتایا کہ میں مٹی سے آدم کو پیدا کرنے والا ہوں۔ جب میں اس کو پیدا کر دوں تو تم سب اسے سجدہ کرنا تاکہ میری فرماں برداری کے ساتھ ہی (حضرت) آدم کی شرافت و بزرگی کا بھی اظہار ہو جائے۔

فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ (۷۳)

چنانچہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔

إِلَّا إِبْلِيسَ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ (۷۴)

مگر ابلیس نے نہ کیا، اس نے تکبر کیا اور وہ تھا کافروں میں سے

پس تمام فرشتوں نے تعمیل ارشاد کی۔ ہاں ابلیس اس سے رکا یہ فرشتوں کی جنس میں سے تھا بھی نہیں بلکہ جنات میں سے تھا۔ طبعی خباثت اور جبلی سرکشی ظاہر ہو گئی۔

قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِإِيْدِي ...

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابلیس! تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اسے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا۔

... اَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِينَ (۷۵)

کیا تو کچھ گھمنڈ میں آ گیا ہے؟ یا تو بڑے درجے والوں میں سے ہے۔

قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ (۷۶)

اس نے جواب دیا کہ میں اس سے بہت بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا۔

سوال ہوا کہ اتنی معزز مخلوق کو جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا تو نے میرے فرمان کے باوجود سجدہ کیوں نہ کیا؟ یہ تکبر اور سرکشی؟

تو کہنے لگا میں اس سے افضل و اعلیٰ ہوں کہاں آگ اور کہاں مٹی؟

اس خطا کرنے اس کے سمجھنے میں غلطی کی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی وجہ سے عارت ہو گیا۔

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ (۷۷)

ارشاد ہوا کہ تو یہاں سے نکل جا تو مردود ہو۔

وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَى يَوْمِ الدِّينِ (۷۸)

اور تجھ پر قیامت کے دن تک میری لعنت و پھنکار رہے۔

قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ (۷۹)

کہنے لگا میرے رب تعالیٰ! مجھے لوگوں کے اٹھ کھڑے ہونے کے دن تک مہلت دے

قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ (۸۰)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو مہلت والوں میں سے ہے۔

إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ (۸۱)

معین تاریخ تک کے وقت تک۔

حکم ہوا کہ میرے سامنے منہ جلا میرے دربار میں تجھ جیسے نافرمانوں میں رسائی نہیں اب تو میری رحمت سے دور ہو گیا اور تجھ پر ابدی

لعنت نازل ہوئی اور اب تو خیر و خوبی سے مایوس ہو جا۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ قیامت تک اس کو مہلت دی جائے اس حلیم اللہ

تعالیٰ نے جو جو اپنی مخلوق کو ان کے گناہوں پر فوراً نہیں پکڑتا اس کی یہ التجا پوری کر دی اور قیامت تک کی اس کو مہلت دے دی۔

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأَعُوِبَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ (۸۲)

کہنے لگا پھر تو تیری عزت کی قسم میں ان سب کو یقیناً بہکا دوں گا

إِنَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلِصِينَ (۸۳)

بجز تیرے ان بندوں کے جو پییدہ اور پسندیدہ ہوں۔

اب کہنے لگا کہ میں تو اس کی تمام اولاد کو بہکادوں کا صرف مخلص لوگ تو بچ جائیں گے۔
اللہ تعالیٰ کو منظور بھی یہی تھا جیسے کہ قرآن کریم کی اور آیتوں میں بھی ہے مثلاً

أَرَأَيْتَكَ هَذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلَيَّ لِنِئْنِ أَعْرَتْنِي إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لِأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُ إِلَّا قَلِيلًا (17:62)

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَنٌ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا (17:65)

قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقُّ أَقُولُ (۸۴)

فرمایا سچ تو یہ ہے اور میں سچ ہی کہا کرتا ہوں

فالحق کو مجاہد نے پیش سے پڑھا ہے۔

معنی یہ ہیں کہ میں خود حق ہوں اور میری بات بھی حق ہی ہوتی ہے۔

اور ایک روایت میں ان سے یوں مروی ہے کہ حق میری طرف سے ہے اور میں حق ہی کہتا ہوں۔

اوروں نے دونوں لفظ زبر سے پڑے ہیں۔

لَأْمَلْنَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ (۸۵)

کہ تجھ سے اور تمہارے تمام ماننے والوں سے میں بھی جہنم کو بھر دوں گا۔

سہی کہتے ہیں یہ قسم ہے۔

میں کہتا ہوں یہ آیت اس آیت کی طرح ہے:

وَلَكِنَّ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (32:13)

میرا یہ قول اہل ہے کہ میں ضرور بالضرور جہنم کو اس قسم کے انسانوں اور جنوں سے پر کر دوں گا۔

اور جگہ فرمان ہے:

قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاءُ مَنْ مَوْفُورًا (17:63)

یہاں سے نکل جا جو شخص بھی تیری ماننے والے کا اس کی اور تیری پوری سزا جہنم ہے۔

قرآن نصیحت ہے:

قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ (۸۶)

کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس پر کوئی بدلہ طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والا ہوں۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کو حکم دیتا ہے کہ لوگوں میں آپ اعلان کر دیں کہ میں تبلیغ دین اور احکام قرآن پر تم سے کوئی اجرت و بدلہ نہیں مانگتا۔ اس سے میرا مقصود کوئی دنیوی نفع حاصل کرنا نہیں اور نہ میں تکلف کرنے والا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے نازل نہ فرمایا ہو اور میں تصنیف کر لوں۔ بلکہ مجھے تو جو کچھ پہنچایا جاتا ہے وہی میں تمہیں پہنچا دیتا ہوں نہ تو کچھ کمی کر سکتا ہوں نہ زیادتی۔ اور میرا مقصود اس سے صرف رضائے رب اور مرضی مولیٰ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: لوگو! جیسے کسی مسئلہ کا علم ہو وہ اسے لوگوں سے بیان کر دے اور جو نہ جانتا ہو وہ کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتے والا ہے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے نبیؐ سے بھی یہی فرمایا کہ میں تکلف کرنے والا نہیں ہوں۔

إِنَّ هُوَ إِلَانَا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ (۸۷)

یہ تو تمام جہان والوں کے لئے سراسر نصیحت و عبرت ہے۔

یہ قرآن تمام انسانوں اور جنوں کے لئے نصیحت ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے:

لَأَنْذِرْكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ (6:19)

تاکہ میں تمہیں اور جن لوگوں تک یہ پہنچے آگاہ اور ہوشیار کر دوں۔

اور آیت میں ہے:

وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ (11:17)

جو شخص بھی اس سے کفر کرے وہ جہنمی ہے۔

وَلِتَعْلَمَنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِينٍ (۸۸)

یقیناً تم اس کی حقیقت کو کچھ ہی وقت کے بعد صحیح طور جان لو گے۔

میری باتوں کی حقیقت اور میرے کلام کی تصدیق میرے بیان کی سچائی میری زبان کی صداقت تمہیں ابھی ابھی معلوم ہو جائے گی، یعنی مرتے ہی اور قیامت کے قائم ہوتے ہی۔ موت کے وقت یقین آ جائے گا اور میری کہی ہوئی خبریں اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے واللہ اعلم بالصواب۔

